

آپا۔۔۔ میں مجھ بھائی کو دیوتا سمجھتی تھی وہ تو انسان بھی نہ نکلتے۔۔۔
 پھر پٹاخ سے دروازہ اپنے پیچھے بند کرتی لیلی اندر چلی گئی۔
 زرقا ہولے ہولے بیڑھیاں اترنے لگی۔ اس کا ایک ایک پاؤں زنجیروں
 سے بندھا تھا اور کمر کی جانب سے اسے کوئی گھسیٹ رہا تھا۔
 اس کی نظروں میں سمندر کی بڑھتی سمٹی شور مچاتی لہریں تھیں پاؤں ابرق آلود
 ریت کا بھر بھرا پن محسوس کر رہے تھے اور مجھ اس سے کان کا ٹاپس مانگ رہا
 تھا۔۔۔ اب بھی اس کے کانوں میں مجھ کی آواز صاف آرہی تھی۔۔۔
 ”زرقا بیگم تمہاری مجبوری میری مجبوری ہے ورنہ جو چیز مجھے اچھی لگتی ہے وہ
 میں یوں اڑا لیا کرتا ہوں۔۔۔“

حبیب اسے بیڑھیوں میں ملا اور چھوٹتے ہی بولا۔۔۔ ”کمال ہے پروفیسر صاحب“
 بھی ایسے ہو سکتے تھے۔۔۔“

زرقا کے پاؤں بیڑھیوں پر جم گئے اس نے سہارے کے لئے ایک ہاتھ
 ریلنگ پر رکھ کر پوچھا۔

”میرزا صاحب آپ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟“
 حبیب میرزا نے بوکھلا کر کہا۔۔۔ ”ہاں۔۔۔ زرقا..... کیوں نہیں
 دل و جان سے!“

”تو پھر آپ کو میری ایک شرط ماننا ہوگی۔۔۔“
 ”کیئے۔۔۔ جو شرط بھی ہوگی میں سر کے بل پوری کروں گا۔۔۔ فرمائیے“
 زرقا نے آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو چھپانے کی خاطر منہ پرے کر لیا
 اور بمشکل بولی۔۔۔ ”اماں آپ کو تھانے میں رپورٹ لکھوانے بھیجیں گی۔۔۔“

اور.... اور آپ وہ رپورٹ نہیں لکھوائیں گے۔
 زرقا کی آنکھوں میں آنسو پھیل گئے۔

”مزدور ضرور۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ یہ تو میرے اپنے بس کی بات ہے“
 وہ چٹکی بجا کر بچوں کی سی تازگی سے اوپر چڑھ گیا۔
 لیکن یہ چٹکی زرقا کے کان کے پاس بھی اور اس نے اس کا ٹاپس اتار
 لیا۔۔۔ پھر کان تلے ایک ٹھنڈا بوسہ دیکھنے لگا۔ زرقا کے آنسو رخساروں پر بہہ
 رہے تھے وہ رینگ کا سہارا لئے کھڑی تھی۔ شاید اُسے کسی انسان سے کبھی بھی محبت
 نہ ہو سکتی تھی۔

جب تک مجھ کو دیتا رہا اس کے من کے سنگھاسن پر براجمان رہا۔
 اور اب ذلت کی گہرائیوں میں اتر کر وہ اس کے پیروں سے چمٹا ہوا تھا اُس
 کے آنسوؤں پر حکمرانی کر رہا تھا۔ اور گلے کے قریب ایک رگ تھی کہ دھڑکتی ہی چلی
 جا رہی تھی۔ مینا پر شہد کی دھار ٹپک رہی تھی۔

‡ ‡ ‡
 ٹرین جبر آباد سٹیشن پر رُکی ہوئی تھی۔ مجھ کی سیٹ پر ایک پُرانا اٹیچی کیس
 اور ایک چھوٹی سی گٹھڑی تھی جس میں ریت میں سے ہوئے اس کے کپڑے تھے
 اس کا سارا وجود جیسے چوری ہو گیا تھا۔ صرف انور کے دیئے ہوئے پچاس روپے
 جیب میں تھے۔ وہ رات کو جب چپکے سے فلیٹ سے نکلا تو سوچ رہا تھا کہ
 جولا کی ایک بوسے کی متحمل نہیں ہو سکتی وہ شادی جیسے رگڑ کھانے، الٹا لٹکانے
 آزمانے اور آزمائے جانے والے رشتے کی متحمل کیسے ہو گی؟ اس نے پانچ سال
 کے بعد یہی سوچا کہ ایسی نازک لڑکی پر مزید اپنی محبت کا بوجھ ڈالنا ظلم ہو گا۔
 اسی فیصلے پر پانچ سال نے اپنا مختصر سا سامان اٹھایا۔